سلسلہ خطبات جمعہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

فکرِ آخرت

دارالعمل کا رونا نافع اور دارالجزاء کا رونا بیکار ہے:

عن انس عن النبی ﷺ قال یا ایھا الناس ابکوا فان لم تستطیعوا فتباکوا فان اھل النار یبکون فی النار حتیٰ تسیل دموعھم فی وجوھھم کانھا جداول حتی ینقطع الدموع فتسیل الدما فتقرح العیون فلو ان سفناً ازجیت فیھا لجرت۔ (رواہ فی الشرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لوگو! خدا کے خوف سے روؤ اگر رونا اختیار میں نہ ہو یعنی اگر رونا نہ آئے تو بہ تکلف روؤ۔ رونے والے کی شکل بناؤ۔ ان احوال کا تصور کرو جو خوف خداوندی سے رلا دے اور رقت طاری کرے حقیقت یہ ہے کہ دوزخی جہنم میں روئیں گے اور ان کے آنسو خون بن کر ان کے رخساروں پر اس طرح بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں اور جب ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون کا بہنا شروع ہو جائے گا۔ اور آنکھیں لہولہان ہو جائیں گی ان کی آنکھوں سے بہنے والا خون اور آنسوؤں کی زیادتی اس انداز سے ہوگی کہ اگر ان کے آنسوؤں کے بہاؤ میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو وہ بھی چلنے لگیں گی۔

یعنی یہ دنیا جو کہ دارالعمل ہے اس میں اللہ کے سامنے جتنا رویا جائے کار آمد اور بخشش کا ذریعہ ہے اور غافل رہ کر خواب غفلت میں اپنے عقائد و اعمال بد کی طرف توجہ ہی نہ دی اور نہ اس سے تائب ہونے اور مغفرت کے لئے رجوع الی اللہ کی تو اس دار فانی سے دارالجزاء منتقلی کے بعد اگر اپنے جرائم پر سزا کو دیکھ کر روئیں۔ بلکہ آنسوؤں کی بجائے آنکھوں سے خون کا سمندر بھی اُمڈ آئے تو پھر نہ بخشش ہے اور نہ رونے سے عذاب الٰہی میں کمی۔ کیونکہ اللہ کی ہیبت و عظمت کے پیش نظر آنکھوں سے رونے کی صورت میں قطروں کا بہنا اللہ کے نزدیک بہترین عمل ہے اور عمل کی جگہ دنیا ہے جزاء و سزا کا مرتب ہونا ہے نہ کہ آخرت وہ تو یوم الجزاء ہے جس میں دنیا میں رہتے ہوئے اعمال پر بدلہ ملنا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا خوف خدا:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ جن کو حضور ﷺ نے زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک

جماعت کا سردار بنایا۔ اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں بہترین مقام حضرت صدیقؓ کا ہے۔ اتنے مناقب کے باوجود خوف خدا کا یہ حال کہ فرمایا کرتے تھے کہ میں انسان کی بجائے درخت ہوتا جسے کاٹنے کے بعد جلا کر ختم کر دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کہ کاش میں گھاس ہوتا کہ جانور اسے کھا لیتے۔ کسی جنگل میں گزرتے ہوئے ایک جانور کو دیکھا جو سائے میں بیٹھ کر آرام سے سانس لے رہا تھا فرمایا کہ کس قدر مزے میں ہے یہ جانور' کھاتا پیتا ہے۔ درخت کے سایہ میں بے فکر محو آرام ہے اور آخرت میں اے جانور تجھ سے کوئی حساب لینا نہیں۔

امیر المومنین عمر فاروقؓ کا خوفِ خدا:

امیر المومنین فاروق اعظمؓ حضرت عمر بن خطاب اکثر ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرماتے' کاش میں بھی ایک تنکا ہوتا۔ یہ وہ عظیم المرتبت' اللہ و رسولؐ کا شیدائی ہے کہ اس کے نام سے اُس دور کی قیصر و کسریٰ جو سپر طاقتیں تھیں اپنے محلات میں بیٹھ کر بھی کانپتے تھے۔ جب رعایا کی حالت معلوم کرنے کیلئے ایک رات دورے پر نکلے ایک بے سہارا عورت اور اس کے بچوں کو بھوک سے نڈھال حالت میں دیکھا کہ ماں نے بچوں کی تسلی کے لئے پانی کو آگ پر چڑھایا ہوا ہے تو خود بیت المال جا کر آٹا و دیگر ضروریات سے بوری بھر کر اپنی کمر پر لادنے کا حکم دیا۔ خدام نے سامان خود لے جانے پر اصرار کیا۔ مگر اس بندہ خدا کا جواب تھا کہ روز قیامت ہر کسی کو اپنا اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے اور قیامت کے دن مجھ سے ہی اس لاچار و بے سہارا عورت کی بھوک و افلاس کا پوچھا جائے گا نہ کہ خدام سے۔

ام المومنین سیدہ عائشہؓ کا خوف خدا:

رحمۃ للعالمین کی سب سے پسندیدہ بیوی ام المومنین عائشہؓ اپنے حصہ کی ہزاروں روپے کی غنیمت اپنی کنیز کے ہاتھ ایک ہی وقت میں حاجتمندوں کے ہاں تقسیم کر کے خود بھوکی رہتی ہیں۔

خالق کائنات نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ان کی براۃ میں کئی آیات کا نزول فرمایا' روح الامین جبرئیلؑ ان کی خدمت میں حضورؐ کے ذریعہ سلام پیش کر رہے ہیں۔ اہم مسائل اور احکام شرعیہ میں اجلہ صحابہ ان کی طرف رجوع کر کے عائشہؓ کے فقاہت دینی سے استفادہ کرتے۔ ان تمام کمالات و عبادات کے ہوتے ہوئے بھی تمنا کرتیں کہ کاش میں درخت کا پتا ہوتی کہ روز حساب اپنے اعمال کی جواب دہی کے دل دہلانے والے لمحات سے محفوظ رہتی۔

یہی ہے وہ خوف خدا' جس نے ان مقدس و برگزیدہ ہستیوں کو تمام عمر چین اور سکھ سے جینے نہیں دیا۔

جب خلوت میں خوفِ خدا رفیق ہو:

ورجل دعته امرأة ذات حسب ومال فقال انی اخاف الله۔

ترجمہ: وہ شخص جس کو کوئی حسین و شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ تمہاری قربت سے اللہ کا ڈر

مانع ہے۔

تقویٰ کا مطلب یہ نہیں کہ انسان صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کر کے اپنے کو فلاح یافتہ مسلمان سمجھے بلکہ اس کا اپنے دل میں اللہ کا خوف جاگزین و مستحکم کرنا ہے کہ میری ہر حرکت و عمل کا اللہ کے دربار میں محاسبہ ہوگا۔ حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ، کوتاہی کی صورت میں سب کے لئے رب العالمین کے سامنے جوابدہی کرنی ہوگی۔

ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ جیسے واضح اور محکم ارشادات ربانی کے مطابق ذرہ ذرہ کو پیش ہونا ہی ہے اور یہ خوف خلوت وجلوت میں ساتھ رہے کہ مجھے ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہی ہے جس کے بعد عالم برزخ یعنی قبر کا مرحلہ شروع ہو کر نکیر و منکر سے اللہ و رسول ﷺ کے بارہ میں سوالات کا سامنا کرنا پڑے گا، جس کے بعد قبر ہی سے روضۃ من ریاض الجنۃ یا حفرۃ من حفر النار کے مکافات عمل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس طویل ترین دور کا خاتمہ یہاں نہیں بل، قبر سا اٹھ کر بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے حاضر ہو کر اس کے بے پناہ انعامات کے صلہ میں اپنے ہر عمل کا حساب چکانا ہے۔ آگ و خون کو عبور کرنے کا سخت ترین مرحلہ تو پل صراط کو پار کرنے کا ہے پھر کچھ معلوم نہیں کہ نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں پکڑوا کر جنت کا پروانہ ملتا ہے یا ایسے ہاتھ میں ملتا ہے جو جہنم و عذاب ابدی میں داخلے کا وارنٹ ہے۔

صحابہ کرامؓ اور خوفِ خدا:

خوف خدا کا جو مظاہرہ حضور ﷺ کے برگزیدہ ساتھیوں یعنی صحابہ کرامؓ کے افعال و عمال سے معلوم ہوتا ہے اس میں آج کے برائے نام مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اسلام کے وہ درخشندہ ستارے جن کو زندگی میں ہی جنت کی بشارتوں سے نوازا گیا ان کی پوری زندگیاں اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت، دینی کی سربلندی کے لئے وقف تھیں اور اس راہ میں ایسے مصائب کے پہاڑ ہر ایک پر ٹوٹے کہ آج کے دور میں ان کا تصور بھی بدن پر رونگٹے کھڑے ہونے کے لئے کافی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کے ان شیدائیوں کا ہر فرد خوف خدا کے جذبہ سے لبریز تھا۔ یہ صرف ''مشت نمونہ خروار'' کے طور پر تین صحابہؓ کا ذکر ہوا۔

خوفِ خدا کی برکات:

اگر اسی ایک جذبہ ''خوف خدا'' کو آج اپنایا جائے تو مسلمانوں کی زبوں حالی، دینی لحاظ سے پستی و انحطاط پر مکمل طور سے قابو پا کر ہم ایک بار پھر ایک دیندار، وفاشعار اور دنیا کے نقشے پر فاتح و غالب قوم کی حیثیت سے ابھر سکتے ہیں۔ مگر اس کے لئے اولین شرط یہ کہ ہم میں سے ہر مسلمان اپنے قول وفعل سے پہلے فرمان الٰہی ولتنظر نفس ماقدمت لغد کے مطابق سوچے کہ میرے ہر عمل کا کل مجھے خدا کے سامنے جواب دینا ہے۔ اور ''خوف خدا'' کی یہ بہترین صفت جس کے دل و دماغ میں رچ بس جائے تو ایک اعلیٰ ترین حسب ونسب اور حسن والی دوشیزہ کیا کہ اس فانی

دنیا کی کوئی پرکشش چیز جو شریعت سے متصادم ہو اسے اپنی طرف مائل بھی کر نہ سکے گی۔ ایسے ہی پاکدامن وعفیف مسلمان کہ گناہ کے تمام وسائل واسباب دستیاب ہونے کے باوجود بھی وہ گناہ سے اجتناب کرے کہ اللہ کے سامنے پیش ہوکر عمل بد کا وبال برداشت کرنا ہے۔ وہ بھی روز محشر کی سختیوں اور مصائبوں سے اللہ کے عرش ورحمت کے سایہ کے نیچے محفوظ رہے گا۔

انفاق فی سبیل اللہ:

ورجل تصدق فاخفاها حتی لاتعلم شماله ماتنفق یمینه۔

انسان کو اللہ نے جو کچھ اس کی ملکیت میں دیا ہے' انسان غلط فہمی کی بناء پر سمجھتا ہے کہ یہ اس کا حقیقی مالک ہے حالانکہ ان تمام اشیاء بلکہ انسان اپنے بدن کا بھی مالک حقیقی وخود مختار نہیں' جب خود اپنے جسم کا بھی مالک نہیں تو پھر انسان کا مال کب اس کا ہوا۔ بلکہ یہ مال ودولت بھی اس کے ہاتھ میں امانت ہے جس میں وہ محض امین ہے کہ جہاں خدا کی اجازت ہو وہاں صرف کرنے کا اختیار ہے اور جہاں ممانعت ہے اس کو قطعاً صرف کرنے کا کوئی اختیار نہیں اس لئے اگر مال میں اللہ کی مرضی (یعنی احکام شرعیہ) کے خلاف تصرف کیا جائے تو وہ امانت میں خیانت اور خیانت کرنا سنگین جرم ہے۔

اب جب مال ودولت کا اصل وارث ومالک رب العالمین ہے تو اس نے اپنے نائب وخلیفہ انسان کو اس کے خرچ کے مختلف طریقے بھی ذکر فرمادیئے ان میں سے ایک طریقہ حاجتمندوں' فقراء مساکین کی حوائج کو پورا کرنے کے لئے ان پر صدقہ یعنی خیر وخیرات بھی ہے' کیونکہ ایک شخص کے حق میں دولت کے ارتکاز کا اسلام سخت مخالف ہے' قرآن میں اور اسی طرح احادیثِ مقدسہ میں بے شمار مقامات پر ایسے لوگوں کی مذمت اور ان کے لئے قبر وجہنم کے عذاب کا وعید کیا گیا ہے۔ جو صاحب ثروت ہوتے ہوئے بھی اپنے مال وزر پر سانپ کی طرح بیٹھ کر حاجت مندوں کی حاجت روائی تصدق کے ذریعہ نہ کریں اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لئے بے شمار اجور ومراتب کے ذکر پر قرآنی آیات اور نبوی اقوال مشتمل ہیں۔

ایک جگہ اور ارشاد باری ہے: مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضاعف لمن یشاء والله واسع علیم۔

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کے راستے میں ایک دانے کی طرح ہے کہ اس سے سات بالیں اگیں ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ اس سے بھی دگنا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔

آیت کا مطلب صاف واضح ہے کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اس کو ایک روپے (مثلاً) خرچ

کرنے کے بدلے سات سو نیکیاں ملیں گی اور پھر صرف سات سو میں یہ اجر محدود نہیں بلکہ اللہ کی شان کریمانہ ورحیمانہ کے تقاضا کے مطابق یہ عدد چودہ سو بھی ہوسکتا ہے۔

صدقات کی فضیلت کے بارہ میں رحمۃ للعالمینؐ کے چند ارشادات بھی ذکر کر رہا ہوں۔

قال رسول اللہ ﷺ ان الصدقة لتطفي غضب الرب وتدفع ميتة السوء (احمد)

ترجمہ: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بجھاتا ہے اور بری حالت کی موت سے بچاتا ہے۔

قال رسول الله ﷺ مامن يوم يصبح العباد فيه الاملكان ينزلان فيقول احدهما اللهم اعط منفقاً خلفا ويقول الاخر اللهم اعط منفقاً تلفاً (بخاری ومسلم)

ترجمہ: روزانہ ہر صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں ایک یہ دعا دیتا ہے کہ الٰہی تو سخی اور خرچ کرنے والے کے مال میں زیادتی اور برکت دے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہ دینے والے بخیل اور کنجوس کے مال میں کمی کردے اور اسے برباد کردے۔

قال رسول الله ﷺ تصدقوا فان الصدقة فكاككم من النار (ترغيب)

ترجمہ: صدقہ کیا کرو کیونکہ صدقہ تم کو دوزخ سے بچالے گا۔

احادیث کے ذخیرہ میں ایسے بیسیوں فرمودات میں اللہ کی راہ میں تصدق کرنے والوں کے درجات وثمرات کا ذکر ہے ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے غربت اور فقر کے باوجود اپنے تھوڑے سے مال میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا اس کو امیر آدمی کے بہت سے مال سے بھی زیادہ ثواب ملے گا' یہاں تک کہ مفلس محتاج کا ایک درہم امیر کے ایک لاکھ درہم سے بڑھ کر ثواب رکھتا ہے۔

لیکن تصدق پر درجات واجور ملنے کے لئے سب سے اہم شرط یہ کہ تصدق خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو نہ اس لئے کہ لوگوں میں شہرت اور دکھلاوے کے لئے۔ جیسے کہ آج کل پہلے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں اگر کبھی دل میں خیال آ بھی جائے تو خواہش ہوتی ہے کہ فرض زکوٰۃ کی تقسیم کی بھی لوگوں' اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ میں خوب تشہیر ہوجائے۔ اخبارات میں بڑے بڑے عنوانات سے رقم دینے کا ذکر بمع تصاویر آجائے۔ فرض کی ادائیگی کے لئے بھی مجالس ومحافل کا انعقاد کیا جائے۔ یہی حالت نفلی صدقات کی بھی ہے۔

نام ونمود اور ریاء کی مذمت:

ایسے نام ونمود ونمائشی صدقات کی حقیقت خالق کائنات نے اس انداز مین ذکر فرمائی۔ يا ايها الذين امنوا لاتبطلوا صدقاتكم بالمن والاذى كالذى ينفق ماله' رئاء الناس ولايؤمن بالله واليوم الاخر فمثله كمثل صفوان عليه تراب فاصابه وابل فتركه صلداً۔

لایقدرون علی شیئی مما کسبوا واللہ لایھدی القوم الکافرین۔

ترجمہ: اے ایمان والوں تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات اور احسان کو برباد نہ کرو جو شخص اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور روز قیامت پر اس کی مثال ایسی ہے جیسا ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی لگی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑے جو اس کو بالکل صاف کر دے، ایسے لوگوں کو اپنے ہاتھ کی کمائی ذرا ہاتھ نہ لگے گی، اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راستہ نہیں بتلاتے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا وخوشنودی کی خالص نیت کے سوا انفاق اور خرچ کے جتنے بھی محرکات ہوتے ہیں ان سب کا مطلوب و مدعا ہیر پھیر کر غیر اللہ ہوتا ہے۔ خواہ اپنے نفس کی خوشی وخواہش یا نام ونمود اور عزت وشہرت، خواہ ارباب اقتدار کا ڈر دباؤ اور ظاہر ہے اللہ اور روز قیامت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے مال خرچ کرنے کے اسباب یہی کچھ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک مخلص مسلمان کا ہر عبادت کی ادائیگی کے وقت یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ میرا ہر عمل روز قیامت رب العزت کے حضور پیش ہو کر اس پر نتیجہ ثواب کی صورت میں مرتب ہونا ہی ہے، اور ایسے مخلص مسلمان کا ذکر رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا۔ وما تنفقون الا ابتغا وجہ اللہ

پس ایسا شخص بھی عرش کے سایہ میں جلوہ افروز ہوگا جو دائیں ہاتھ سے خرچ کرکے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتا نہ کہ ہماری خیرات اور نیکی کی طرح کہ سارے محلّہ وشہر میں ڈھنڈورا پیٹیں اور پھر صرف اس پر بھی قناعت نہیں کرتے بلکہ وقت بے وقت جس کے ساتھ معمولی احسان کیا جائے۔ کرتے تو خدا کی رضا آخرت کے ثواب کے لئے مگر جن کے ساتھ یہ سلوک واحسان کرتے ہیں کچھ نہ کچھ زبانی وعملی ممنونیت اور شکر گزاری کی توقع قائم کر لیتے ہیں جس میں اگر ان سے کوتاہی ہوتی ہے تو برا مانتے ہیں۔ اور بسا اوقات ایسی صورت میں اپنا احسان جتلانے اور یاد دلانے پر بھی اتر آتے ہیں جس سے سب کئے کرائے پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ کہ ہمارا نفس پوری طرح اپنے نفسیاتی جذبات سے پاک نہیں ہوتا کہ خدا وآخرت کے سوا کسی اور طرف کسی طرح کے اجر وثواب کے لئے نظر اٹھی ہی نہیں جا سکتی، اللہ کے نام پر تو وہ خیرات وصدقہ ہے کہ بالکل خفیہ ہو باقی رہانیت کا تعلق تو وہ اللہ کو معلوم ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت:

بخاری شریف کی ایک روایت میں ایک نیک دل مسلمان کا ذکر ہے کہ جب اس نے اللہ کی راہ میں خفیہ انفاق کے فضائل سنے تو رات کی تاریکی میں اپنے آپ کو ڈھانپ کر ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوا کہ کوئی پہچانے بغیر کسی کے ہاتھ میں صدقہ کا مال تھمادوں۔ اتفاقاً وہاں سے ایک آدمی کا گزر ہوا۔ اندھیرے میں اس کے ہاتھ میں رقم تھمادی۔ صبح لوگوں میں مشہور ہوا کہ رات ایک چور چوری کرنے جا رہا تھا کہ ایک سخی آدمی نے اسے بڑی دولت سے مالا مال کر دیا۔ صدقہ کرنے والا لوگوں کی یہ باتیں سن کر پریشان ہوا دل میں کہا یا اللہ عجیب مسئلہ ہوا۔ خیرات بھی دے دی اور

بھی ایک چور کو دوسرے دن سوچا کہ مرد تو چور ہو سکتے ہیں عورتیں چوری نہیں کرتیں۔ رات ایک خفیہ مقام پر کھڑا ہو کر ہ میں گزرنے والی ایک عورت کو اپنا خیراتی مال حوالہ کر دیا۔ صبح پھر شہر میں لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ فلاں زانیہ رت کہیں زنا کے ارادے سے جارہی تھی کہ کسی نے بہت بڑی دولت اس کے حوالے کر دی یہ شخص پہلے سے بھی زیادہ یشان ہوا کہ اب کیا کیا جاوے۔ خفیہ خیرات کرنے کی نیت ادائیگی کی تو وہ بھی ایک بدکار عورت کو۔ تیسری رات پھر کسی جد میں اس نیت سے آیا کہ مسجد جیسی مقدس جگہ میں نہ چور کی موجودگی کا امکان ہے اور نہ تو زانیہ کی آمد کا۔ ایک شخص کو بٹھا دیکھ کر اپنا صدقہ اسکے سپرد کر دیا۔ صبح ہوتے ہی شہر میں مشہور ہوا کہ رات فلاں نواب و رئیس کو مسجد میں کسی نے بہت امال دے دیا۔ انتہائی رنجیدہ و فکر مند ہوا کہ تین دفعہ صدقہ دیا۔ تینوں دفعہ بے جا مصرف اور مستحق و فقیر کو نہ پہنچا غیبی واز آئی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا صدقہ قبول ہو گیا۔ تم ثواب و اجر کے حقدار ہو۔ اللہ اپنے بندے کی و لاص کو دیکھتا ہے۔ چور کے ہاتھ جب تمہاری دولت آئی۔ اس رات اس نے تیرے مال کی وجہ سے چوری نہ کی کہ ری کا مقصد حصول مال ہے اور وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ بدکارہ عورت دولت کی غرض سے زنا کرنے جارہی تھی۔ جب ہارا دیا ہوا مال اسے ملا' اس نے اس رات زنا کا ارادہ ترک کر دیا۔ گناہ سے بچ گئی۔ ایک غنی آدمی دولت مند شخص تھا ں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حوصلہ نہ تھا جب تمہاری طرف سے اسے دولت ملی۔ اسے بھی خیال آیا کہ جس خدا نے اس دینے والے کو مال و دولت دی ہے وہ تو اللہ کے نام پر دے رہا ہے جبکہ میں اللہ کی طرف سے دیئے ہوئے مال و کو اللہ کی راہ میں دینے سے کیوں کنارہ کر رہا ہوں۔ تمہیں دیکھتے ہوئے وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر آمادہ ہوا۔

وصِ نیت:

معلوم ہوا کہ دار و مدار نیت پر ہے۔ اور پھر ایک آدمی کے اخلاص عمل سے نہ صرف اس کا عمل قبول ہوا آخرت ر ہو گئی بلکہ اس کے للہی عمل کی وجہ سے تین اور مسلمان بھی برائی سے رک گئے۔ یہی صورت صرف انفاق فی سبیل اللہ ں نہیں بلکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی پہلی روایت "انما الاعمال بالنیات" اور "لکل ری مانوی" کے مطابق تمام عبادات و اعمال صالح کی صحت و فساد کا انحصار نیت پر ہے۔ اگر کوئی عبادت خواہ ز روزہ حج اور زکوۃ ہو اللہ کی رضا کیلئے ہو اس پر جزا و ثواب کا اطلاق ہو گا۔ اور اگر دکھلاوے اور دنیاوی غرض کیلئے ہو تو رف صورت تو عابد اور مطیع کی ہوئی' خدا کی طرف سے آخرت میں اس پر کوئی اجر و ثواب کس حیثیت سے مل سکتا ہے؟

اللہ جل جلالہ' ہم سب کو اپنے اعمال خالص اللہ کی رضا جوئی کیلئے ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما کر روز حشر ے شدائد سے بچنے کے اسباب و عوامل میسر فرما دیں۔